عورتیں اپنے شوہر کے مال میں چوری کرنے کی عادی ہوتی ہیں، اس لئے ذکر کیا گیا، تیسری بات زنا سے پرہیز کرنا، کہ جس میں عورتیں پختہ ہو جاویں تو مردوں کو بھی نجات آسان ہو جائے، چوتھی بات یہ ہے کہ اپنی بچوں کو قتل نہ کریں۔ زمانۂ جاہلیت میں لڑکیوں کو زندہ دفن کر کے ہلاک کر دینے کا رواج تھا، اس کو روکا گیا، پانچویں بات یہ کہ افتراء اور بہتان نہ باندھیں، اس بہتان کی ممانعت کے ساتھ یہ الفاظ بھی ہیں (بَيْنَ أَيْدِيهِنَّ وَأَرْجُلِهِنَّ) یعنی اپنے ہاتھ پاؤں کے درمیان بہتان نہ باندھیں، ان کا ذکر اس لئے کیا گیا کہ قیامت کے روز انسان کے ہاتھ پاؤں ہی اس کے اعمال پر شہادت دیں گے، مطلب یہ ہوا کہ ایسے گناہ کے ارتکاب کے وقت یہ خیال رہنا چاہئے کہ میں چار گواہوں کے درمیان یہ کام کر رہا ہوں جو میرے خلاف گواہی دیں گے۔

یہاں لفظ بہتان عام ہے اپنے شوہر پر ہو یا کسی دوسرے پر، کیونکہ افتراء و بہتان ہر شخص پر یہاں تک کہ کافر پر بھی حرام ہے، خصوصاً اپنے شوہر پر بہتان اور بھی اشد گناہ ہے، اور شوہر پر بہتان لگانے کی ایک صورت یہ بھی ہے کہ عورت کسی اور شخص کا بچہ لے کر اس کو اپنے شوہر کا بچہ ظاہر کر کے اور اس کے نسب میں داخل کر دے، اور یہ بھی کہ معاذ اللہ بدکاری کرے اور حمل رہ جائے جس کے نتیجہ میں یہ بچہ شوہر کے نسب میں داخل سمجھا جائے۔

چھٹی بات ایک عام ضابطہ ہے کہ وَلَا يَعْصِينَكَ فِي مَعْرُوفٍ یعنی وہ کسی نیک کام میں آپ کے حکم کی خلاف ورزی نہ کریں گی، یہاں "معروف" یعنی نیک کام کی قید لگانا جب کہ یہ یقینی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کوئی حکم معروف اور نیکی کے سوا ہو ہی نہیں سکتا، یا تو اس لئے ہے کہ عام مسلمان پوری طرح سمجھ لیں کہ اللہ تعالیٰ کے حکم کے خلاف کسی مخلوق کی اطاعت جائز نہیں، یہاں تک کہ رسول کی اطاعت بھی اس شرط کے ساتھ مشروط کر دی گئی۔

اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ یہاں معاملہ عورتوں کا ہے، ان سے عام اطاعت کہ ان کے کسی حکم کے خلاف نہ کریں گی، کسی کے دل میں اس سے شیطان گمراہی کے وسوسے پیدا کر سکتا ہے اس کا راستہ روکنے کے لئے یہ قید لگا دی، واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

تمت

سورۃ الممتحنۃ بعون اللہ تعالیٰ وحمدہ
لعشرین خلت من جمادی الاولیٰ ۱۳۹۱ھ
یوم الثلثاء ویتلوہ انشاء اللہ سورۃ الصف





# سُوْرَةُ الصَّفِّ

سُوْرَةُ الصَّفِّ مَدَنِيَّةٌ وَّهِيَ اَرْبَعَ عَشَرَةَ اٰيَةً وَّفِيْهَا رُكُوْعَانِ

سورۂ صف مدینہ میں نازل ہوئی اور اس کی چودہ آیتیں ہیں اور دو رکوع

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

شروع اللہ کے نام سے جو بیحد مہربان نہایت رحم والا ہے

سَبَّحَ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ۚ وَهُوَ الْعَزِيْزُ

اللہ کی پاکی بولتا ہے جو کچھ ہے آسمانوں اور جو کچھ ہے زمین میں اور وہی ہے زبردست

الْحَكِيْمُ ① يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لِمَ تَقُوْلُوْنَ مَا لَا تَفْعَلُوْنَ ②

حکمتوں والا، اے ایمان والو کیوں کہتے ہو منہ سے جو نہیں کرتے

كَبُرَ مَقْتًا عِنْدَ اللّٰهِ اَنْ تَقُوْلُوْا مَا لَا تَفْعَلُوْنَ ③ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ

بڑی بیزاری کی بات ہے اللہ کے یہاں کہ کہو وہ چیز جو نہ کرو اللہ چاہتا ہے ان

الَّذِيْنَ يُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِهٖ صَفًّا كَاَنَّهُمْ بُنْيَانٌ مَّرْصُوْصٌ ④

لوگوں کو جو لڑتے ہیں اس کی راہ میں قطار باندھ کر گویا وہ دیوار ہیں سیسہ پلائی ہوئی

وَاِذْ قَالَ مُوْسٰى لِقَوْمِهٖ يٰقَوْمِ لِمَ تُؤْذُوْنَنِيْ وَقَدْ تَّعْلَمُوْنَ

اور جب کہا موسیٰ نے اپنی قوم کو اے قوم میری کیوں ستاتے ہو مجھ کو اور تم کو معلوم ہے

اَنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ ۖ فَلَمَّا زَاغُوْٓا اَزَاغَ اللّٰهُ قُلُوْبَهُمْ ۚ

کہ میں اللہ کا بھیجا ہوا آیا ہوں تمہارے پاس، پھر جب وہ پھر گئے تو پھیر دیئے اللہ نے ان کے دل

وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ ﴿٥﴾ وَاِذْ قَالَ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ

اور اللہ راہ نہیں دیتا نافرمان لوگوں کو ، اور جب کہا عیسیٰ مریم کے بیٹے نے

يٰبَنِيْٓ اِسْرَاۗءِيْلَ اِنِّىْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ مُّصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيَّ

اے بنی اسرائیل میں بھیجا ہوا آیا ہوں اللہ کا تمہارے پاس یقین کرنیوالا اس پر جو مجھ سے آگے ہے

مِنَ التَّوْرٰىةِ وَمُبَشِّرًۢا بِرَسُوْلٍ يَّاْتِيْ مِنْۢ بَعْدِي اسْمُهٗٓ اَحْمَدُ ۭ

توریت اور خوشخبری سنانے والا ایک رسول کی جو آئے گا میرے بعد اس کا نام ہے احمد

فَلَمَّا جَاۗءَهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ قَالُوْا هٰذَا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ ﴿٦﴾ وَمَنْ اَظْلَمُ

پھر جب آیا اُن کے پاس کھلی نشانیاں لیکر کہنے لگے یہ جادو ہے صریح ، اور اس سے زیادہ بے انصاف

مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَي اللّٰهِ الْكَذِبَ وَهُوَ يُدْعٰٓى اِلَى الْاِسْلَامِ ۭ وَاللّٰهُ

کون جو باندھے اللہ پر جھوٹ اور اس کو بلاتے ہیں مسلمان ہونے کو اور اللہ

لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ﴿٧﴾ يُرِيْدُوْنَ لِيُطْفِــــُٔـوْا نُوْرَ اللّٰهِ

راہ نہیں دیتا بے انصاف لوگوں کو ، چاہتے ہیں کہ بجھادیں اللہ کی روشنی اپنے

بِاَفْوَاهِهِمْ ۭ وَاللّٰهُ مُتِمُّ نُوْرِهٖ وَلَوْ كَرِهَ الْكٰفِرُوْنَ ﴿٨﴾ هُوَ الَّذِيْٓ

منہ سے اور اللہ کو پوری کرنی ہے اپنی روشنی اور پڑے بُرا مانیں منکر ، وہی ہے جس نے

اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَي الدِّيْنِ كُلِّهٖ ۙ وَلَوْ

بھیجا اپنا رسول راہ کی سوجھ دے کر اور سچا دین کر اس کو اوپر کرے سب دینوں سے اور

كَرِهَ الْمُشْرِكُوْنَ ﴿٩﴾ ع ۱ ۹ ۹

پڑے بُرا مانیں شرک کرنے والے

## خلاصۂ تفسیر

سب چیزیں اللہ کی پاکی بیان کرتی ہیں (قالاً یا حالاً) جو کچھ آسمانوں میں ہیں اور جو کچھ زمین میں ہیں اور وہی زبردست حکمت والا ہے (پس جو ایسا باعظمت وشان ہو اس کی اطاعت ہر حکم میں ضروری ہے) جن میں سے ایک حکم جہاد کا ہے، جو اس سورت میں مذکور ہے، جس کے نزول کا سبب یہ ہے کہ





ایک بار بعض مسلمانوں نے باہم تذکرہ کیا کہ اگر ہم کو کوئی ایسا عمل معلوم ہو جو حق تعالیٰ کے نزدیک نہایت محبوب ہو تو ہم اس کو عمل میں لاویں اور اس سے قبل جنگِ اُحد میں بعضے جہاد سے بھاگ بیچھے تھے جس کا قصہ سورۂ آلِ عمران میں ہے، اور نیز وقتِ نزولِ حکم جہاد کے بعض کو وہ حکم گراں گذرا تھا، جس کا قصہ سورۂ نساء میں ہے اس پر یہ ارشاد نازل ہوا اے ایمان والو ایسی بات کیوں کہتے ہو جو کرتے نہیں ہو خدا کے نزدیک یہ بات بہت ناراضی کی ہے کہ ایسی بات کہو جو کرو نہیں، اللہ تعالیٰ تو ان لوگوں کو (خاص طور پر) پسند کرتا ہے جو اس کے رستہ میں اس طرح مل کر لڑتے ہیں کہ گویا وہ ایک عمارت ہے جس میں سیسہ پلایا گیا ہے (یعنی جس طرح یہ عمارت مستحکم ناقابلِ شکست ہوتی ہے، اسی طرح وہ مجاہدین دشمن کے مقابلہ سے ہٹتے نہیں، مطلب یہ ہوا کہ تم جو کہتے ہو کہ ہم کو وہ کام معلوم ہوتا.... جو اللہ کے نزدیک سب سے زیادہ محبوب ہو تو یہ عمل تو جہاد ہے پھر اس کے نزول کے وقت گرانی کیوں ہوئی تھی اور اُحد میں کیوں بھاگ گئے تھے، باوجود ان تمام امور کے پیشِ نظر ہونے کے نہایت نازیبا بات اور خدا کو ناپسند ہے، ایسے دعوی کی باتیں کرنا جس کا خلاف ہونا معلوم بھی ہو چکا ہے تو اس میں لاف زنی اور غلط دعوٰی پر زجر کیا گیا، وعظ بے عمل اس کے مفہوم سے خارج ہے) اور (آگے کفار کے مستحقِ قتل وقتال ہونے کی علت یعنی ایذاء رسانی، تکذیب، مخالفتِ رسول کا بیان فرمانا مقصود ہے اور اسی کی مناسبت سے موسیٰ علیہ السلام و عیسیٰ علیہ السلام کا قصہ ذکر فرماتے ہیں پس ارشاد ہے کہ وہ وقت قابلِ ذکر ہے) جبکہ موسیٰ (علیہ السلام) نے اپنی قوم سے فرمایا کہ اے میری قوم مجھ کو کیوں ایذاء پہونچاتے ہو حالانکہ تم کو معلوم ہے کہ میں تمہارے پاس اللہ کا بھیجا ہوا آیا ہوں (وہ ایذائیں مختلف طور پر تھیں جن میں سے بعض بعض قرآن مجید میں بھی خصوصاً سورۂ بقرہ میں مذکور ہیں اور حاصل ان سب کا سرکشی اور مخالفت ہے) پھر جب (اس نہائش پر بھی) وہ لوگ ٹیڑھے ہی رہے (اور راہ پر نہ آئے) تو اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں کو اور (زیادہ) ٹیڑھا کر دیا (یعنی مادہ مخالفت و عصیان کا اور زیادہ بڑھ گیا جیسا کہ قاعدہ ہے کہ گناہ پر مداومت کرنے سے اللہ تعالیٰ کی طرف قلب کا میلان اور اس کی اطاعت کا جذبہ کم ہوتا چلا جاتا ہے) اور اللہ تعالیٰ (کا معمول ہے کہ وہ) ایسے نافرمانوں کو ہدایت (کی توفیق) نہیں دیتا (اسی طرح یہ لوگ رسول اللہ ﷺ کو انواعِ مخالفت سے ایذائیں پہونچاتے ہیں، اس لئے ان کا ٹیڑھا پن اور فسق زیادہ ہوتا جاتا ہے کہ امید اصلاح کی نہیں رہی، پس ان کا فساد مٹانے کے لئے قتال کا حکم دینا مصلحت ہوا) اور (اسی طرح وہ وقت بھی قابلِ تذکرہ ہے) جبکہ عیسیٰ بن مریم (علیہ السلام) نے (ارشاد) فرمایا کہ اے بنی اسرائیل میں تمہارے پاس اللہ کا بھیجا ہوا آیا ہوں کہ مجھ سے پہلے جو توراۃ (آچکی) ہے میں اس کی تصدیق کرنے والا ہوں اور میرے بعد جو ایک رسول آنے والے ہیں جن کا نام (مبارک) احمد ہوگا میں ان کی بشارت دینے والا ہوں (اور اس بشارت کا عیسیٰ علیہ السلام سے منقول ہونا خود اہل کتاب کے بیان سے حدیثوں میں ثابت ہے، چنانچہ خازن میں بروایۃ ابو داؤد نجاشی بادشاہِ حبشہ کا جو کہ نصاریٰ کے عالم

بھی تھے یہ قول آیا ہے کہ واقعی آپ ہی ہیں جن کی بشارت عیسیٰ علیہ السلام نے دی تھی، اور خازن ہی میں ترمذی سے عبداللہ بن سلامؓ کا قول جو کہ علماء یہود میں سے تھے آیا ہے کہ توراۃ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صفت بھی ہے اور یہ کہ عیسیٰ علیہ السلام آپ کے ساتھ مدفون ہوں گے، اور چونکہ عیسیٰ علیہ السلام توراۃ کے مبلغ تھے، اس لئے توراۃ میں اس بشارت کا ہونا نیز عیسیٰ علیہ السلام سے منقول کہا جاوے گا، اور مولانا رحمت اللہ صاحب نے اظہار الحق میں خود توراۃ کے موجودہ نسخوں سے متعدد بشارتیں نقل کی ہیں جلد دوم صفحہ ۱۶۴ مطبوعہ قسطنطنیہ اور ان مضامین کا اناجیل موجودہ میں نہ ہونا اس لئے مضر نہیں کہ حسب تحقیق علماء محققین اناجیل کے نسخے محفوظ نہیں رہے، مگر تاہم جو کچھ موجود ہیں ان میں بھی اس قسم کا مضمون موجود ہے، چنانچہ یوحنا کی انجیل مترجمہ عربی مطبوعہ لندن ۱۸۲۱ء و ۱۸۳۳ء کے چودھویں باب میں ہے کہ "تمہارے لئے میرا جانا ہی بہتر ہے، کیونکہ اگر میں نہ جاؤں تو فارقلیط تمہارے پاس نہ آوے، پس اگر میں جاؤں، تو اس کو تمہارے پاس بھیج دوں گا،" فارقلیط ترجمہ احمد کا ہے، اہل کتاب کی عادت ہے کہ وہ ناموں کا بھی ترجمہ کر دیتے ہیں، عیسیٰ علیہ السلام نے عبرانی میں احمد فرمایا تھا، جب یونانی میں ترجمہ ہوا تو پیرکلوطوس لکھ دیا جس کے معنی ہیں احمد یعنی بہت سراہا گیا، بہت حمد کرنے والا، پھر جب یونانی سے عبرانی میں ترجمہ کیا تو اس کو فارقلیط کر دیا، اور بعض عبرانی نسخوں میں اب تک نام مبارک احمد موجود ہے، دیکھو پادری پارکہرست کی یہ عبارت دبا دحمدہ خل بکوئیم از حمایت الاسلام مطبوعہ بریلی ۱۸۷۳ء ص ۸۱، ۸۴ ترجمہ اپالوجی گاڈ فری ہیگنس مطبوعہ لندن ۱۸۲۹ء، اور اس فارقلیط کی نسبت اس انجیل یوحنا میں یہ الفاظ ہیں: "وہ تمہیں سب چیزیں سکھاوے گا،" "اس جہان کا سردار آتا ہے" "وہ آکر دنیا کو گناہ پر اور راستی اور عدالت (کے خلاف) پر سزا دے گا" یہ ہیں وہ الفاظ جو نبی مستقبل ہونے پر دال ہیں، اور پوری بحث اس مقام کی تفسیر حقانی میں ہے، اس کا ایک شمہ نقل کیا گیا ہے، غرض عیسیٰ علیہ السلام نے یہ ارشاد فرمایا) پھر جب (یہ تمام مضامین ارشاد فرما کر اپنی نبوت کے اثبات کے لئے) وہ (عیسیٰ علیہ السلام) ان لوگوں کے پاس کھلی دلیلیں لائے تو وہ لوگ (ان دلائل یعنی معجزات کی نسبت) کہنے لگے کہ یہ صریح جادو ہے، (اور جادو بتا کر نبوت کی تکذیب کی، کما فی المائدۃ وَاِذْ كَفَفْتُ بَنِيْٓ اِسْرَاۗءِيْلَ عَنْكَ اِذْ جِئْتَهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ الخ اسی طرح بعد عیسیٰ علیہ السلام کے پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دور رسالت میں کفار موجودین نے آپ کی تکذیب کی اور مخالفت کی اور یہ ظلم عظیم ہے، پس اس ظلم کا تعدیہ مٹانے کے لئے قتال کا حکم دینا مصلحت ہوا) اور (واقعی) اس شخص سے زیادہ کون ظالم ہوگا جو اللہ پر جھوٹ باندھے، حالانکہ وہ اسلام کی طرف بلایا جاتا ہو اور اللہ ایسے ظالم لوگوں کو ہدایت (کی توفیق) نہیں دیا کرتا (اللہ پر جھوٹ باندھنا یہ ہے کہ نبوت کی تکذیب کی، اثبات المنفی اور نفی المثبت یعنی جو چیز اللہ کی طرف سے نہ ہو اس کو اللہ کی طرف منسوب کرنا اور جو اللہ کی طرف سے واقع ہو اس کی نفی کرنا، دونوں افتراء علی اللہ ہیں، اور وہ یدعیٰ اس لئے بڑھایا کہ اس سے زیادہ تقبیح ہوگئی یعنی





خود تو متنبہ کرنے سے بھی متنبہ نہ ہوا اور وَاللّٰهُ لَا يَهْدِيْ اس لئے بڑھایا کہ ان کی حالت موجودہ اصلاح سے بعید ہوگئی اس لئے سزائے قتال ہی تجویز کیا جانا مصلحت ہوا، چنانچہ جس کو اب بھی اسلام کی خبر نہ پہونچی ہو اول اس کو دعوت اسلام کرنا چاہئے جب اس سے انکار کرے جو کہ ظاہراً علامت ناامیدی کی ہے تب جہاد مشروع ہے، آگے ترغیب جہاد کیلئے وعدۂ نصرت و غلبۂ حق اور مغلوبیت باطل ارشاد ہے کہ) یہ لوگ یوں چاہتے ہیں کہ اللہ کے نور (یعنی دین اسلام) کو اپنے منہ سے (پھونک مار کر) بجھا دیں (یعنی تدبیر عملی کے ساتھ منہ سے بھی رد و اعتراض کی باتیں اس غرض سے کرتے ہیں کہ دین حق کو فروغ نہ ہو، اور بعض اوقات قول شبہات موثر ہو جاتے ہیں، یا یہ تمثیل ہو کہ ان کی ایسی مثال ہے جیسے کوئی منہ سے نور الٰہی کو بجھانا چاہتا ہو یعنی ایسے طریقہ سے بجھاوے جس میں ناکام رہے) حالانکہ اللہ اپنے نور (مذکور) کو کمال تک پہنچا کر رہے گا گو کافر لوگ کیسے ہی ناخوش ہوں (چنانچہ) وہ اللہ ایسا ہے جس نے (اسی اتمام نور کے لئے) اپنے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کو ہدایت (کا سامان یعنی قرآن) اور سچا دین (یعنی اسلام) دے کر (دنیا میں) بھیجا ہے تاکہ اس (دین) کو (کہ وہ نور مذکور ہے، تمام (بقیہ) دینوں پر غالب کر دے (کہ یہی اتمام ہے) گو مشرک کیسے ہی ناخوش ہوں، (و قد مر تفسیر الاتمام والظہور فی سورۃ البراءۃ فی مثل ہذہ الآیۃ)

## معارف و مسائل

**شان نزول** ترمذی نے حضرت عبداللہ بن سلامؓ سے روایت کیا ہے، اور حاکم نے اس کو روایت کرکے سند کو صحیح قرار دیا ہے، کہ صحابہ کرام کی ایک جماعت نے آپس میں یہ مذاکرہ کیا کہ اگر ہمیں یہ معلوم ہو جاوے کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے زیادہ محبوب عمل کونسا ہے تو ہم اس پر عمل کریں، بغوی نے اس میں یہ بھی نقل کیا ہے کہ ان حضرات میں سے بعض نے کچھ ایسے الفاظ بھی کہے کہ اگر ہمیں احب الاعمال عند اللہ معلوم ہو جائے تو ہم اپنی جان و مال سب اُس کے لئے قربان کر دیں (مظہری)

ابن کثیر نے بحوالہ مسند احمد روایت کیا ہے کہ ان چند حضرات نے آپس میں جمع ہو کر یہ مذاکرہ کیا، اور چاہا کہ کوئی صاحب جا کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کا سوال کریں مگر کسی کی ہمت نہ ہوئی ابھی یہ لوگ اسی حالت پر تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سب لوگوں کو نام بنام اپنے پاس بلایا (جس سے معلوم ہوا کہ آپ کو بذریعہ وحی ان کا اجتماع اور ان کی گفتگو معلوم ہو گئی تھی) جب یہ سب لوگ حاضر خدمت ہو گئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوری سورۂ صف پڑھ کر سنائی جو اسی وقت آپ پر نازل ہوئی تھی۔

اس سورۃ نے یہ بھی بتلا دیا کہ احب الاعمال جس کی تلاش میں یہ حضرات تھے وہ جہاد فی سبیل اللہ ہے اور ساتھ ہی ان حضرات نے جو ایسے کلمات کہے تھے کہ اگر ہمیں معلوم ہو جائے تو ہم اس پر عمل

کرنے میں ایسی ایسی جانبازی دکھائیں وغیرہ جن میں ایک قسم کا دعویٰ ہے کہ ہم ایسا کر سکتے ہیں، اس پر ان حضرات کو تنبیہ کی گئی کہ کسی مومن کے لئے ایسے دعوے کرنا درست نہیں، اُسے کیا معلوم ہے کہ وقت پر وہ اپنے ارادے کو پورا کر بھی سکے گا یا نہیں، اس کے اسباب کا جمع ہونا اور موانع کا زائل ہونا اس کے اختیار میں نہیں، پھر خود اس کے دست و بازو اور اعضاء و جوارح بلکہ قلبی عزم و ارادہ ان میں سے کوئی چیز بھی بالکلیہ اس کے قبضہ میں نہیں اسی لئے خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی قرآن کریم میں یہ تلقین کی گئی ہے کہ جو کام آپ کو آئندہ کل میں کرنا ہو اگر اس کو بیان کرنا ہے تو انشاء اللہ کی قید کے ساتھ بیان کرو کہ اگر اللہ نے چاہا تو میں کل فلاں کام کروں گا وَلَا تَقُوْلَنَّ لِشَایْءٍ اِنِّیْ فَاعِلٌ ذٰلِكَ غَدًا اِلَّآ اَنْ یَّشَآءَ اللّٰهُ صحابہ کرام کی نیت و قصد خواہ دعوے کا نہ تھا مگر صورت دعویٰ کی تھی وہ اللہ کے نزدیک پسند نہیں کہ کوئی شخص کسی کام کے کرنے کا دعویٰ کرے بجز اس کے کہ اس کو اللہ کی مشیت کے حوالہ کرے، اور انشاء اللہ ساتھ کہے، اس تنبیہ کیلئے یہ آیات نازل ہوئیں۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لِمَ تَقُوْلُوْنَ مَا لَا تَفْعَلُوْنَ ۝ كَبُرَ مَقْتًا عِنْدَ اللّٰهِ اَنْ تَقُوْلُوْا مَا لَا تَفْعَلُوْنَ ۝

مَا لَا تَفْعَلُوْنَ کے ظاہری معنی تو یہ ہیں کہ جو کام تمہیں کرنا نہیں ہے اس کا دعویٰ کیوں کرتے ہو، جس سے ایسے کام کے دعوے کی ممانعت تو واضح ہو ہی گئی، جس کو کرنے کا عزم و ارادہ ہی انسان کے دل میں نہ ہو کیونکہ یہ تو محض ایک جھوٹا دعویٰ ہے نام و نمود وغیرہ کے لئے ہو سکتا ہے، مگر ظاہر ہے کہ شانِ نزول کے واقعہ میں جن صحابہ نے مذاکرہ کیا وہ ایسے نہ تھے کہ دل میں کچھ کرنے کا ارادہ ہی نہ ہو اور دعویٰ کریں، اس لئے اس کے مفہوم میں یہ بھی شامل ہے کہ اگرچہ دل میں عزم و ارادہ کام کرنے کا ہو پھر بھی اپنے نفس پر بھروسہ کر کے دعویٰ کرنا کہ ہم فلاں کام کریں گے شانِ عبدیت کے خلاف ہی، اول تو اس کے کہنے ہی کی کیا ضرورت ہی جب موقع ملے کر گذرنا چاہئے، اور کسی مصلحت سے کہنا بھی پڑے تو اس کو انشاء اللہ کے ساتھ مقید کر دے تو پھر وہ دعویٰ نہیں رہے گا۔

مسئلہ: اس سے معلوم ہوا کہ ایسے کام کا دعویٰ کرنا جس کے کرنے کا ارادہ ہی نہ ہو اور اس کو کرنا ہی نہ ہو یہ تو گناہ کبیرہ اور اللہ کی سخت ناراضی کا سبب ہی، كَبُرَ مَقْتًا عِنْدَ اللّٰهِ کا مصداق یہی ہے، اور جہاں یہ صورت نہ ہو بلکہ ارادہ کرنے کا ہو وہاں بھی اپنی قوت و قدرت پر بھروسہ کر کے دعویٰ کرنا ممنوع و مکروہ ہے۔

**دعویٰ اور دعوت میں فرق** مذکورہ تفسیر سے یہ معلوم ہو گیا کہ ان آیات کا تعلق دعوے سے ہے کہ جو کام آدمی کو کرنا نہیں ہے اس کا دعویٰ کرنا اللہ تعالیٰ کی ناراضی کا سبب ہے، رہا معاملہ دعوت و تبلیغ اور وعظ و نصیحت کا کہ جو کام آدمی خود نہیں کرتا اُس کی نصیحت دوسروں کو کرے، اور اس کی طرف دوسرے مسلمانوں کو دعوت دے، وہ اس آیت کے مفہوم میں تو شامل نہیں، اس کے احکام دوسری آیات اور احادیث میں مذکور ہیں، مثلاً قرآن کریم نے فرمایا اَتَاْمُرُوْنَ النَّاسَ بِالْبِرِّ وَتَنْسَوْنَ اَنْفُسَكُمْ یعنی





تم لوگوں کو تو نیک کام کا حکم دیتے ہو اور خود اپنے آپ کو بھلا دیتے ہو کہ خود اس نیکی پر عمل نہیں کرتے۔ اس آیت نے امر بالمعروف اور وعظ و نصیحت کرنے والوں کو اس بات پر شرمندہ کیا ہے کہ لوگوں کو ایک نیک کام کی دعوت دو اور خود اس پر عمل نہ کرو، اور مقصد یہ ہے کہ جب دوسروں کو نصیحت کرتے ہو تو خود اپنے آپ کو نصیحت کرنا اس سے مقدم ہے جس کام کی طرف لوگوں کو بلاتے ہو خود بھی اس پر عمل کرو۔

لیکن یہ نہیں فرمایا کہ جب خود نہیں کرتے تو دوسروں کو کہنا بھی چھوڑ دو، اس سے معلوم ہوا کہ جس نیک کام کے خود کرنے کی ہمت و توفیق نہیں ہے اس کی طرف دوسروں کو بلانے اور نصیحت کرنے کا سلسلہ نہ چھوڑے، امید ہے کہ اس وعظ و نصیحت کی برکت سے کسی وقت اُس کو بھی عمل کی توفیق ہو جاوے، جیسا کہ بکثرت تجربہ و مشاہدہ میں آیا ہے، البتہ اگر وہ عمل واجب یا سنت مؤکدہ کے درجہ میں ہو تو آیاتِ مذکورہ پر نظر کر کے اپنے نفس میں نادم و شرمندہ ہونے کا سلسلہ جاری رکھنا بھی واجب ہی، اور اگر مستحبات کے متعلق ہے تو یہ سلسلۂ ندامت بھی مستحب ہے۔

اگلی آیات میں اُس اصل معاملہ کا ذکر ہے جو اس سورت کے نزول کا سبب بنا، یعنی اس کا بیان کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک کونسا عمل زیادہ محبوب ہی، اس کے متعلق ارشاد فرمایا اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الَّذِيْنَ يُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِهٖ صَفًّا كَاَنَّهُمْ بُنْيَانٌ مَّرْصُوْصٌ ۝ یعنی اللہ تعالیٰ کے نزدیک محبوب وہ صفِ قتال ہے جو اللہ کے دشمنوں کے مقابلہ میں اللہ کا کلمہ بلند کرنے کے لئے قائم ہو اور مجاہدین کے عزم و ہمت کی وجہ سے ایک سیسہ پلائی ہوئی دیوار کی طرح ہو کہ اُن کے قدموں میں کوئی تزلزل نہ آنے پائے۔

اس کے بعد حضرت موسیٰ اور عیسیٰ علیہما السلام کے جہاد فی سبیل اللہ اور اللہ کی راہ میں دشمنوں کی ایذائیں سہنے کا ذکر ہے، اور اس کے بعد پھر مسلمانوں کو جہاد کی تلقین کی گئی، حضرت موسیٰ اور عیسیٰ علیہما السلام کے واقعات جن کا ذکر اس جگہ آیا ہے ان میں بھی بہت سے علمی و عملی فوائد اور ہدایات ہیں،

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے قصہ میں ہے کہ انھوں نے جب بنی اسرائیل کو اپنی نبوت کے ماننے اور اطاعت کرنے کی دعوت دی تو دو چیزوں کو خصوصیت سے ذکر فرمایا ایک یہ کہ وہ کوئی انوکھے رسول نہیں انوکھی باتیں لے کر نہیں آئے بلکہ وہ باتیں ہیں جو پہلے انبیاء علیہم السلام کہتے آئے ہیں، اور پہلی آسمانی کتابوں میں مذکور ہیں، اور بعد میں بھی جو آخری پیغمبر آنے والے ہیں وہ بھی اسی قسم کی ہدایات لیکر آئیں گے۔

یہاں پہلی کتابوں میں سے تورات کا خصوصیت سے ذکر غالباً اس لئے کیا کہ بنی اسرائیل پر نازل ہونے والی قریبی کتاب وہی تھی، ورنہ تصدیق انبیاء، تو سب پچھلی کتابوں کو شامل اور عام ہے، نیز اس میں اشارہ اس طرف بھی ہے کہ شریعت عیسوی اگرچہ مستقل شریعت ہے مگر اس کے اکثر احکام شریعت موسوی اور تورات کے احکام ہی کے مطابق ہیں، صرف چند احکام ہیں جو بدلے گئے ہیں، یہ تو پچھلے انبیاء اور کتابوں کی تصدیق کا مضمون تھا، دوسری چیز یہ کہ بعد میں آنے والے رسول کی خوش خبری سُنائی، اس میں بھی

اس طرف اشارہ ہے کہ آن کی ہدایات بھی اسی کے مطابق ہوں گی، اس لئے اس پر ایمان لانا عین تقاضائے عقل و دیانت ہے۔

ساتھ ہی جس آنے والے رسول کی خوش خبری عیسیٰ علیہ السلام نے بنی اسرائیل کو سُنائی، اس کا نام پتہ بھی انجیل میں بتلا دیا گیا، اس میں بنی اسرائیل کو اس کی ہدایت ہو کہ جب وہ رسول تشریف لائیں، تو تمہارا فرض ہوگا کہ اُن پر ایمان لاؤ، اور ان کی اطاعت کرو، مُبَشِّرًۢا بِرَسُوْلٍ يَّاْتِيْ مِنْۢ بَعْدِي اسْمُهٗٓ اَحْمَدُ، میں اسی کا بیان ہے، اس میں آنے والے رسولؐ کا نام احمدؐ بتلایا گیا ہے، ہمارے نبی خاتم الانبیا صلی اللہ علیہ وسلم کا نام محمدؐ بھی تھا اور احمدؐ بھی اور بھی متعدد نام تھے، مگر انجیل میں آپؐ کا نام احمدؐ بتلانے میں شاید یہ مصلحت ہو کہ محمدؐ نام رکھنے کا عرب میں قدیم سے دستور تھا، اس لئے اس نام کے دوسرے آدمی بھی عرب میں تھے، بخلاف احمدؐ کے، یہ نام عرب میں معروف نہیں تھا، وہ آپؐ کی ذات ہی کے ساتھ مخصوص تھا۔

**انجیل میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بشارت**

یہ سب کو معلوم ہے اور خود یہود و نصاریٰ کو بھی اس کا اقرار کرنا پڑا ہے کہ تورات و انجیل میں تحریف ہوئی ہے، اور حقیقت تو یہ ہے کہ ان دونوں کتابوں میں تحریف اتنی ہوئی ہو کہ اصل کلام کا پہچاننا بھی آسان نہیں رہا، موجودہ تحریف شدہ انجیل کی بنا پر آجکل کے عیسائی قرآن کی اس خبر کو تسلیم نہیں کرتے کہ انجیل میں کہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نام احمد لیکر خوش خبری دی گئی ہو، اس کا مختصر جواب وہ کافی ہے جو اوپر خلاصۂ تفسیر میں آچکا ہے۔

اور مفصل جواب کے لئے حضرت مولانا رحمۃ اللہ کیرانوی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب اظہار الحق کا مطالعہ کیا جائے جو مذہب عیسائیت کی حقیقت اور انجیل میں تحریفات اور باوجود تحریفات کے اس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بشارتیں موجود ہونے کے متعلق بے نظیر کتاب ہے، خود بڑے عیسائیوں کے مقولے چھپے ہوئے ہیں کہ اگر دنیا میں یہ کتاب شائع ہوتی رہی تو عیسائیت کا کبھی فروغ نہیں ہو سکتا۔

یہ کتاب عربی زبان میں لکھی گئی تھی پھر ترکی، انگریزی میں اس کے ترجمے چھپے، مگر اس کے شواہد موجود ہیں کہ عیسائی مشن نے اس کتاب کو گم کر دینے میں اپنی پوری کوشش صرف کی ہے، اس کا اردو ترجمہ اب تک نہیں ہوا تھا، حال میں اس کا اردو ترجمہ دارالعلوم کراچی کے مدرس مولانا اکبر علی صاحب نے اور تحقیقات جدیدہ مفیدہ موجودہ زمانے کی مطبوعہ انجیلوں سے مولانا محمد تقی صاحب استاذ دارالعلوم نے لکھی ہیں، جو تین جلدوں میں شائع ہو چکی ہے، اس کی تیسری جلد میں صفحہ ۱۸۲ سے صفحہ ۳۶۲ تک انہی بشارتوں کی تفصیل موجودہ انجیلوں کے حوالے سے اور شبہات کے جوابات مذکور ہیں۔

---





يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا هَلْ اَدُلُّكُمْ عَلٰي تِجَارَةٍ تُنْجِيْكُمْ مِّنْ عَذَابٍ اَلِيْمٍ ﴿۱۰﴾

اے ایمان والو میں بتلاؤں تم کو ایسی سوداگری جو بچائے تم کو ایک عذاب دردناک سے،

تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَتُجَاهِدُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِاَمْوَالِكُمْ وَ

ایمان لاؤ اللہ پر اور اس کے رسول پر اور لڑو اللہ کی راہ میں اپنے مال سے اور اپنی

اَنْفُسِكُمْ ۭ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿۱۱﴾ يَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ

جان سے، یہ بہتر ہے تمہارے حق میں اگر تم سمجھ رکھتے ہو، بخشے گا وہ تمہارے گناہ

وَيُدْخِلْكُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ وَمَسٰكِنَ طَيِّبَةً فِيْ جَنّٰتِ

اور داخل کرے گا تم کو باغوں میں جن کے نیچے بہتی ہیں نہریں اور ستھرے گھروں میں بسنے کے

عَدْنٍ ۭ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ﴿۱۲﴾ وَاُخْرٰى تُحِبُّوْنَهَا ۭ نَصْرٌ مِّنَ اللّٰهِ وَفَتْحٌ

باغوں کے اندر یہ ہے بڑی مراد ملنی، اور ایک اور چیز دے جس کو تم چاہتے ہو مدد اللہ کی طرف سے اور فتح

قَرِيْبٌ ۭ وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۱۳﴾ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُوْنُوْٓا اَنْصَارَ اللّٰهِ

جلدی اور خوشی سنا دے ایمان والوں کو، اے ایمان والو! تم ہو جاؤ مددگار اللہ کے

كَمَا قَالَ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ لِلْحَوَارِيّٖنَ مَنْ اَنْصَارِيْٓ اِلَى اللّٰهِ ۭ قَالَ الْحَوَارِيُّوْنَ

جیسے کہا عیسیٰ مریم کے بیٹے نے اپنے یاروں کو کون ہے کہ مدد کرے میری اللہ کی راہ میں، بولے یار

نَحْنُ اَنْصَارُ اللّٰهِ فَاٰمَنَتْ طَّاۗىِٕفَةٌ مِّنْۢ بَنِيْٓ اِسْرَاۗءِيْلَ وَكَفَرَتْ

ہم ہیں مددگار اللہ کے پھر ایمان لایا ایک فرقہ بنی اسرائیل سے اور منکر ہوا ایک

طَّاۗىِٕفَةٌ ۚ فَاَيَّدْنَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا عَلٰي عَدُوِّهِمْ فَاَصْبَحُوْا ظٰهِرِيْنَ ﴿۱۴﴾ ع ۲۶ ۵ ۱۰

فرقہ پھر قوت دی ہم نے اُن کو جو ایمان لائے تھے اُن کے دشمنوں پر پھر ہو رہے غالب،

## خلاصۂ تفسیر

(آگے اول جہاد کا ثمرۂ آخرت پھر ثمرۂ دنیویہ کا وعدہ کرکے ترغیب دیتے ہیں کہ) اے ایمان والو کیا میں تم کو ایسی سوداگری بتلاؤں جو تم کو ایک دردناک عذاب سے بچالے (وہ یہ ہے کہ) تم لوگ اللہ پر اور اسکے رسول پر ایمان لاؤ اور اللہ کی راہ میں اپنے مال و جان سے جہاد کرو یہ تمہارے لئے بہت ہی بہتر ہے اگر تم کچھ سمجھ رکھتے ہو

(جب ایسا کروگے تو) اللہ تعالیٰ تمہارے گناہ معاف کرے گا اور تم کو (جنت کے) ایسے باغوں میں داخل کریگا کہ جن کے نیچے نہریں جاری ہوں گی اور عمدہ مکانوں میں (داخل کرے گا) جو ہمیشہ رہنے کے باغوں میں (بنے) ہونگے یہ بڑی کامیابی ہے اور (اس ثمرۂ حقیقیہ آخرویہ کے علاوہ) ایک اور ثمرہ (دنیویہ) بھی ہے کہ تم اس کو (بھی خاص طور پر) پسند کرتے ہو (یعنی) اللہ کی طرف سے مدد اور جلدی فتح یابی ہے (اس کا خاص طور پر محبوب ہونا اس لئے ہے کہ انسان طبعاً ثمرۂ عاجلہ بھی چاہتا ہے) اور (اے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم) آپ (ان تمام امور کی) مؤمنین کو بشارت دیدیجئے (چنانچہ فتح و نصرت کی پیشنگوئی کا ظہور اسلامی فتوحات سے ظاہر ہوا) آگے اصحاب عیسیٰ علیہ السلام کا قصہ یاد دلاکر نصرتِ دین کی ترغیب دیتے ہیں کہ) اے ایمان والو تم اللہ کے (دین کے) مددگار ہوجاؤ (اس طریقہ سے جو تمہارے لئے مشروع ہے یعنی جہاد) جیساکہ (حوارین اپنی شریعت کے طریقے کے موافق ناصر دین ہوئے تھے جبکہ لوگ کثرت سے عیسیٰ علیہ السلام کے دشمن اور مخالف تھے اور جبکہ) عیسیٰ ابن مریم (علیہ السلام) نے (ان) حوارین سے فرمایا کہ اللہ کے واسطے میرا کون مددگار ہوتا ہے، وہ حواری بولے ہم اللہ (کے دین) کے مددگار ہیں (چنانچہ ان حوارین نے دین کی یہ مدد کی کہ اس کی اشاعت میں کوشش کی) سو (اس کوشش کے بعد) بنی اسرائیل میں سے کچھ لوگ ایمان لائے اور کچھ لوگ منکر رہے (پھر ان میں باہم اختلافِ مذہبی سے عداوت اور خانہ جنگیاں ہوئیں یا مذہبی گفتگو ہوئی) سو ہم نے ایمان والوں کی ان کے دشمنوں کے مقابلہ میں تائید کی سو وہ غالب ہوگئے (اسی طرح تم دین محمدی کے لئے کوشش اور جہاد کرو، اور اگر ابتداء ان خانہ جنگیوں کی کفار کی طرف سے ہو تو اس سے دین عیسوی میں جہاد کا ہونا لازم نہیں آتا)

## معارف و مسائل

تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَتُجَاهِدُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِاَمْوَالِكُمْ وَاَنْفُسِكُمْ اس آیت میں ایمان اور مجاہدہ بالمال والنفس کو تجارت فرمایا ہے، کیونکہ جس طرح تجارت میں کچھ مال خرچ کرنے اور محنت کرنے کے صلہ میں منافع حاصل ہوتے ہیں ایمان کے ساتھ اللہ کی راہ میں جان و مال خرچ کرنے کے بدلے میں اللہ کی رضا اور آخرت کی دائمی نعمتیں حاصل ہوتی ہیں، جس کا ذکر اگلی آیت میں ہے کہ جس نے یہ تجارت اختیار کی اللہ تعالیٰ اس کے گناہ معاف کردے گا، اور جنت میں اس کو پاکیزہ و بہترین مساکن و مکانات عطا فرمادے گا، جن میں ہر طرح کے آرام و عیش کے سامان ہونگے جیساکہ حدیث میں مساکن طیبہ کی تفسیر میں اس کا بیان آیا ہے، آگے آخرت کی نعمتوں کے ساتھ کچھ دنیا کی نعمتوں کا بھی وعدہ فرماتے ہیں:۔

وَاُخْرٰى تُحِبُّوْنَهَا ۭ نَصْرٌ مِّنَ اللّٰهِ وَفَتْحٌ قَرِيْبٌ لفظ اُخریٰ نعمت کی صفت ہے معنی یہ





ہیں کہ آخرت کی نعمتیں اور جنت کے مکانات تو ملیں گے ہی جیساکہ وعدہ کیا گیا ہے، ایک نعمت نقد دنیا میں بھی ملنے والی ہے وہ ہے اللہ کی مدد اور اس کے ذریعہ فتح قریب یعنی دشمنوں کے ممالک کا فتح ہونا، یہاں قریب اگر بمقابلہ آخرت کے لیا جائے تو بعد میں آنے والی اسلامی فتوحات عرب و عجم کی سب اس میں داخل ہیں اور قریب عرفی مراد لیا جائے تو اس کا پہلا مصداق فتح خیبر ہے، اور اس کے بعد فتح مکہ مکرمہ ہے، اور اس فتح قریب کے متعلق تُحِبُّوْنَهَا فرمایا یعنی یہ نقد نعمت تمہاری پسندیدہ اور محبوب ہے، کیونکہ انسان فطری طور پر عجلت پسند واقع ہوا ہے، قرآن کریم میں ہے وَكَانَ الْاِنْسَانُ عَجُوْلًا، یعنی ہے انسان جلد باز" اس کا یہ مفہوم نہیں کہ آخرت کی نعمتیں ان کو محبوب نہ تھیں بلکہ مطلب یہ ہے کہ آخرت کی نعمتوں کی طلب و محبت تو ظاہر ہی ہے، مگر طبعی طور پر کچھ نقد نعمت دنیا میں بھی تمہیں مطلوب و محبوب ہے، وہ بھی عطا کی جائے گی۔

كَمَا قَالَ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ لِلْحَوَارِيّٖنَ مَنْ اَنْصَارِيْٓ اِلَى اللّٰهِ ۭ، حوارین، حواری کی جمع ہو جس کے معنی مخلص دوست کے ہیں جو ہر عیب سے پاک و صاف ہو (روح از ازہری) اسی لئے جو لوگ عیسیٰ علیہ السلام پر ایمان لائے ان کو حواری کہا جاتا ہے، اور وہ بارہ آدمی تھے جیساکہ سورۂ آل عمران میں گذر چکا ہے۔ اس آیت میں زمانہ عیسیٰ علیہ السلام کے ایک واقعہ کا ذکر کرکے مسلمانوں کو اس کی ترغیب دی گئی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے دین کی مدد کے لئے تیار ہوجائیں، جیساکہ عیسیٰ علیہ السلام جب دشمنوں سے تنگ آئے تو لوگوں سے کہا مَنْ اَنْصَارِيْٓ اِلَى اللّٰهِ، یعنی اللہ کے دین کی اشاعت میں کون میرا مددگار ہوتا ہے، جس پر بارہ آدمیوں نے وفاداری کا عہد کیا اور پھر دین عیسوی کی اشاعت میں خدمات انجام دیں، تو مسلمانوں کو بھی چاہئے کہ اللہ کے دین کے انصار و مددگار بنیں۔

صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے اس حکم کی تعمیل ایسی کی کہ پچھلی اُمتوں میں اس کی نظیر نہیں ملتی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مدد اور دین کی خاطر سب عرب و عجم سے دشمنی خریدی، ان کی ایذائیں سہیں، اپنی جان و مال اور اولاد کو اس پر قربان کیا، اور بالآخر اللہ تعالیٰ نے اپنی فتح و نصرت سے نوازا، اور سب دشمنوں پر اُن کو غالب فرمایا ان کے ممالک ان کے ہاتھ آئے اور دنیا کی فرمانروائی بھی اُن کو نصیب ہوئی۔

فَاٰمَنَتْ طَّاۗىِٕفَةٌ مِّنْۢ بَنِيْٓ اِسْرَاۗءِيْلَ وَكَفَرَتْ طَّاۗىِٕفَةٌ ۚ فَاَيَّدْنَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا عَلٰي عَدُوِّهِمْ فَاَصْبَحُوْا ظٰهِرِيْنَ۔

**عیسائیوں کے تین فرقے**

بغوی نے اس آیت کی تفسیر میں حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے روایت کیا ہے کہ جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو آسمان میں اٹھا لیا تو عیسائیوں میں تین فرقے ہوگئے، ایک فرقہ نے کہا کہ وہ خود خدا ہی تھے آسمان میں چلے گئے، دوسرے فرقہ نے کہا کہ وہ خدا تو نہیں بلکہ خدا کے بیٹے

تھے اللہ نے ان کو اٹھالیا اور دشمنوں پر فوقیت دیدی، تیسرے فرقہ نے وہ بات کہی جو صحیح اور حق ہے کہ وہ نہ خدا تھے نہ خدا کے بیٹے بلکہ اللہ کے بندے اور اس کے رسول تھے، اللہ تعالیٰ نے ان کو دشمنوں سے حفاظت اور رفعت درجہ کے لئے اٹھالیا، یہ لوگ صحیح مؤمن تھے، تینوں فرقوں کے ساتھ کچھ عوام لگ گئے اور باہمی نزاع بڑھتے بڑھتے باہم قتال کی نوبت آگئی، اتفاق سے دونوں کافر فرقے مؤمنین پر غالب آگئے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث فرمایا جنھوں نے اس مؤمن فرقہ کی تائید کی اس طرح انجام کار وہ مؤمن فرقہ بحیثیت حجت و دلیل کے غالب آگیا (مظہری)

اس تفسیر کے مطابق اَلَّذِیْنَ آمَنُوْا سے ... مؤمنین اُمّت عیسیٰ علیہ السلام ہی مراد ہوں گے جو حضرت خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی تائید و حمایت سے مظفر و منصور ہوں گے (مظہری) اور بعض حضرات نے فرمایا کہ رفع عیسیٰ علیہ السلام کے بعد عیسائیوں میں دو فرقے ہوگئے، ایک عیسیٰ علیہ السلام کو خدا یا خدا کا بیٹا قرار دے کر مشرک ہوگیا، دوسرا صحیح دین پر قائم رہا جو انکو اللہ کا بندہ اور رسول کہنے کا قائل تھا، پھر ان مشرکین و مؤمنین میں باہم جنگ ہوئی، تو اللہ تعالیٰ نے مؤمنین امت عیسیٰ علیہ السلام کو اس امت کے کافروں پر غالب کر دیا، مگر مشہور یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے مذہب میں جہاد و قتال کا حکم نہیں تھا، اس لئے مؤمنین کا قتال کرنا بعید معلوم ہوتا ہے (روح المعانی) مگر اوپر خلاصۂ تفسیر میں اس کے جواب میں اشارہ کر دیا گیا ہے کہ اس کا امکان ہے کہ جنگ کی ابتداء کفار نصاریٰ کی طرف سے ہوئی ہو اور مؤمنین مدافعت پر مجبور ہوگئے ہوں، تو یہ جہاد و قتال کے حکم میں نہیں آتا، واللہ اعلم۔

## تمت

سُوْرَۃُ الصَّفِّ بِحَمْدِ اللّٰہِ وَعَوْنِہٖ
لِلْحَادِیْ وَالْعِشْرِیْنَ مِنْ جُمَادَی الْاُوْلٰی
۱۳۹۱ھ یَوْمَ الْخَمِیْسِ وَیَتْلُوْھَا اِنْ شَآءَ اللّٰہُ
سُوْرَۃُ الْجُمُعَۃِ۔





# سُوْرَۃُ الْجُمُعَۃِ

سُوْرَۃُ الْجُمُعَۃِ مَدَنِیَّۃٌ وَّھِیَ اِحْدٰی عَشْرَۃَ اٰیَۃً وَّفِیْھَا رُکُوْعَانِ
سورۂ جمعہ مدینہ میں نازل ہوئی اس کی گیارہ آیتیں ہیں اور دو رکوع ۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ
شروع اللہ کے نام سے جو بیحد مہربان نہایت رحم والا ہے ۔

یُسَبِّحُ لِلّٰہِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ الْمَلِکِ الْقُدُّوْسِ
اللہ کی پاکی بولتا ہے جو کچھ کہ ہے آسمانوں میں اور جو کچھ کہ ہے زمین میں بادشاہ پاک ذات

الْعَزِیْزِ الْحَکِیْمِ ① ھُوَ الَّذِیْ بَعَثَ فِی الْاُمِّیّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْھُمْ
زبردست حکمتوں والا ، وہی ہے جس نے اٹھایا ان پڑھوں میں ایک رسول انہی میں کا

یَتْلُوْا عَلَیْھِمْ اٰیٰتِہٖ وَیُزَکِّیْھِمْ وَیُعَلِّمُھُمُ الْکِتٰبَ وَالْحِکْمَۃَ ق
پڑھ کر سناتا ہے ان کو اس کی آیتیں اور ان کو سنوارتا ہے اور سکھلاتا ہے ان کو کتاب اور عقلمندی

وَاِنْ کَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ ② وَّاٰخَرِیْنَ مِنْھُمْ لَمَّا
اور اس سے پہلے وہ پڑے ہوئے تھے صریح بھول میں ، اور (اٹھایا اس رسول کو) ایک دوسرے لوگوں کیواسطے بھی

یَلْحَقُوْا بِھِمْ وَھُوَ الْعَزِیْزُ الْحَکِیْمُ ③ ذٰلِکَ فَضْلُ اللّٰہِ یُؤْتِیْہِ
انہی میں کے جو ابھی نہیں ملے انمیں اور وہی ہے زبردست حکمت والا ، یہ بڑائی اللہ کی ہے دیتا ہے جس کو

مَنْ یَّشَآءُ وَاللّٰہُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِیْمِ ④ مَثَلُ الَّذِیْنَ حُمِّلُوا التَّوْرٰىۃَ
چاہے اور اللہ کا فضل بڑا ہے ، مثال ان لوگوں کی جن پر لادی توریت